اسلام میں مظلوم کے حقوق

سید جلال الدین عمری

کسی شخص پر ظلم وزیادتی ہو تو اسے یہ حق ملنا چاہئے کہ وہ اس کے خلاف آواز اٹھائے اور اس نقصان کی تلافی کا مطالبہ کرے جو اسے پہونچا ہے ورنہ معاشرہ میں کم زوروں کے حقوق محفوظ نہیں رہ سکتے۔ جس کسی کے ہاتھ میں طاقت ہوگی وہ جب چاہے گا ان کے حقوق پر دست درازی کرے گا اور اسے کسی جوابی اقدام کا خطرہ نہ ہوگا۔ اسلام نے مظلوم کو وہ سارے حقوق دیئے ہیں جن کے ذریعہ وہ ظلم کا مقابلہ کر سکتا، ظالم کو بے نقاب کر سکتا اور اس کے خلاف چارہ جوئی کر سکتا ہے۔ یہاں اس سلسلہ کے بعض حقوق کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

مظلوم ظلم کے خلاف آواز اٹھا سکتا ہے

اگر کسی پر ظلم وستم ہو تو اسے ظالم کے خلاف آواز اٹھانے کا فطری حق ہے۔ لیکن معاشرہ کے کم زور افراد اور طبقات بالعموم اس حق سے محروم ہی رہے ہیں۔ انھیں اس قدر دبایا اور کچلا گیا کہ وہ بڑے سے بڑے ظلم اور بربریت کے خلاف بھی دم مارنے کی ہمت نہیں پاتے تھے۔ وہ اپنے حقوق کے مالک نہ تھے بلکہ ان کے حقوق ان جابروں اور ظالموں کے ہاتھوں میں تھے جو لطف ومحبت اور ہمدردی سے ناآشنا تھے۔ وہ جب چاہتے ان بے نواؤں کے حقوق روندتے اور پامال کرتے اور انہیں حرف شکایت تک زبان پر لانے کی

اجازت نہ تھی۔ اسلام نے مظلوم کو ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق دیا اور اعلان کیا:

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ	اللہ کو پسند نہیں کہ کسی کی بری بات
بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا	کا ذکر کیا جائے۔ لیکن جس شخص پر ظلم
مَنْ ظُلِمَ وَکَانَ اللّٰہُ	ہو (وہ اس کا اظہار کر سکتا ہے) اور
سَمِیْعًا عَلِیْمًا۔ (النساء: ۱۴۸)	اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

کسی غلط اور گندی بات کا زبان سے نکالنا اور اس کا چرچا کرنا سخت ناپسندیدہ ہے اس لئے کہ اس سے اسے فروغ ملتا ہے۔ جو گندگی ایک جگہ ہوتی ہے وہ دس جگہ پھیلتی ہے۔ البتہ کسی پر ظلم ہو تو اسے اس کے اظہار و اعلان کا حق ہے۔ اس سے ایک طرف ظالم بے نقاب ہوگا اور سوسائٹی اس کے شر سے محفوظ رہے گی تو دوسری طرف مظلوم کے ساتھ ہمدردی پیدا ہوگی اور اس پر ہونے والے ظلم و ناانصافی کا مداوا ہوگا۔

ظلم و زیادتی اور بدسلوکی کی بہت سی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ آدمی کے ساتھ جس قسم کی بھی زیادتی ہو کیا وہ اس کا اظہار کر سکتا ہے یا بعض مخصوص زیادتیوں ہی کے اظہار کی اسے اجازت ہے؟ مشہور تابعی حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا مہمان بنے اور وہ اس کی ٹھیک سے مہمانی نہ کرے تو وہ اس کی شکایت کر سکتا ہے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ اسلام کے نزدیک ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں سے ایک حقِ ضیف بھی ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ ایک مسلمان کسی بھی اجنبی جگہ پہونچ جائے تو بھوکا رہنے پر مجبور نہ ہو۔ وہاں وہ اپنے کسی بھی مسلمان بھائی کا مہمان بن سکتا ہے۔ حقِ ضیف کے سلسلہ میں بعض روایات بھی آئی ہیں جن کی بنیاد پر امام احمدؒ وغیرہ نے اسے واجب کہا ہے۔[1]

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ۱/۵۷۱

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ آیت کا مطلب ہے کہ آدمی پر زیادتی ہو تو وہ بد دعا کرسکتا ہے۔ یہ درحقیقت مثالیں ہیں جن کے ذریعہ آیت کے مفہوم کو سمجھایا گیا ہے۔ ورنہ آیت میں مظلوم کو بغیر کسی تخصیص کے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے اظہار کی بلکہ انتقام کی اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ سدّی کہتے ہیں:۔

ان اللہ لا یحب الجھر	بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو ناپسند
بالسوٓء من احد من	کرتا ہے کہ انسانوں میں سے کوئی بھی
الخلق ولکن یقول من	برائی کا اظہار کرے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا
ظلم فانتصر بمثل ما	ہے کہ جس پر ظلم ہوا ہے وہ اگر اپنے
ظلم فلیس علیہ	ظلم کے جواب میں انتقام لے تو اس
جناح	پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

علامہ ابن جریر طبری نے ان سب اقوال کو نقل کرنے کے بعد آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے: "اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ علانیہ کسی کی برائی کی جائے البتہ جس شخص پر ظلم ہوا ہے وہ اگر اس کا ذکر کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ کسی نے مہمان کا حق بالکل نہیں ادا کیا یا ٹھیک سے نہیں ادا کیا یا کسی کی جان و مال پر اس نے زیادتی کی۔ اس میں یہ بھی داخل ہے کہ مظلوم اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ اس کی مدد کرے۔ اگر وہ آواز کے ساتھ دعا کرے تو یہ بھی ایک طرح کا اظہار ہی ہے۔"[1]

مفسر خازن لکھتے ہیں "علماء نے کہا ہے کہ لوگوں کے خفیہ حالات کو دوسروں پر ظاہر کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے لوگ غیبت میں مبتلا ہوتے ہیں اور خود وہ شخص شک و شبہ میں گرفتار رہتا ہے۔ البتہ جس پر ظلم ہوا ہے وہ اس کا اظہار کر سکتا ہے۔ اس طرح کہ فلاں نے اس کا مال چرایا یا غصب کیا ہے۔ اگر کوئی اسے برا بھلا

---

[1] تفسیر ابن جریر جزء ۶/۲-۴

کہے تو اسے اس کا جواب دینے کا بھی حق ہے[1]

جس شخص پر ظلم و زیادتی ہو تو اس پر یہ مزید ظلم ہوگا کہ اسے اس کے اظہار کی بھی اجازت نہ دی جائے۔ مظلوم کی زبان بند کرنے سے ظلم بے قید ہو جاتا ہے اور اسے پھلنے پھولنے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ اسلام مظلوم کو یہ حق دے کر کہ وہ ظلم کا برملا اظہار کر سکتا ہے اسے معاشرہ سے ختم کرنا چاہتا ہے۔

حق دار حق کا مطالبہ کر سکتا ہے

احادیث میں یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ کہی گئی ہے کہ حق دار اپنے حق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اسے اس حق سے نہ تو روکا جا سکتا ہے اور نہ اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے بلکہ اگر اپنے حق کے مطالبہ میں اس کی طرف سے شدت اور سختی کا مظاہرہ بھی ہو تو اسے برداشت کیا جانا چاہئے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے (جو غالباً کافر تھا) اونٹ قرض لیا۔ اس نے شدت سے واپسیِ قرض کا مطالبہ کیا تو صحابہ کرامؓ نے اسے سخت جواب دینا چاہا آپؐ نے فرمایا:۔

دعوه فان لصاحب	اسے چھوڑ دو اس لئے کہ جو حق دار ہے
الحق مقالا	اسے بولنے کی گنجائش ہے۔

اس کے بعد حکم دیا کہ ایک اونٹ خرید کر اسے دے دیا جائے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ جو اونٹ اس سے لیا گیا تھا اس سن و سال کا اونٹ تو اس وقت دستیاب نہیں ہے البتہ اس سے بہتر اونٹ موجود ہے۔ آپ نے فرمایا وہی اونٹ خرید کر اسے دے دو۔ تم میں بہتر انسان وہ ہے جو بہتر طریقے سے قرض کی ادائیگی کرے۔[2]

---

[1] تفسیر خازن ۱/۵۱۲۔ امام رازی نے اس تشریح کو اصم کی طرف منسوب کیا ہے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ۳/۳۲۶

[2] بخاری، کتاب الاستقراض، باب استقراض الابل۔ مسلم، کتاب المساقاۃ

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

ای صولۃ الطلب	وہ زور سے طلب کرسکتا اور قوت
وقوۃ الحجۃ لکن	سے بول سکتا ہے لیکن شریعت نے
مع مراعاۃ	جو ادب بتایا ہے اس کی رعایت
الادب المشروع [1]	کرتے ہوئے۔

مطلب یہ کہ شریعت کے قائم کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے حق دار پورے زور اور قوت سے اپنے حق کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ اسی حدیث کے ذیل میں علامہ ابن الملک کہتے ہیں کہ حق دار کو اپنا حق نہ ملے تو صرف یہی نہیں کہ شکایت اور ڈانٹ ڈپٹ کی اسے اجازت ہوگی بلکہ وہ قانونی چارہ جوئی بھی کرسکتا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں

المراد بالحق ھنا الدین	یہاں حق سے مراد قرض ہے۔ یعنی
یعنی من کان علیٰ	جس کا اپنے قرض دار پر حق ہو اور وہ
غریمہ حق فماطلہ	اس کے ساتھ ٹال مٹول کرے تو وہ
فلہ ان یشکوہ	اس کی شکایت کرسکتا ہے، حاکم
ویرافعہ الی الحاکم	تک اسے لے جاسکتا ہے اور اس
ویعاتب علیہ	کی ڈانٹ ڈپٹ بھی کرسکتا ہے۔
وھو المراد	حدیث میں جو 'مقال' کا لفظ آیا ہے
بالمقال [2]	اس کا یہی مطلب ہے۔

حق کے ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے

ایک انسان دوسرے انسان کا حق ادا کرنے میں غفلت اور کوتاہی کرے یا اپنے

[1] فتح الباری ۵/۳۶ [2] مبارق الازہار شرح مشارق الانوار ۱/۱۴۷

جائز حق سے زیادہ کا اس سے مطالبہ کرے تو اس پر ظلم کرتا ہے۔ اس پر اگر بندش نہ لگائی جائے تو ظلم کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو سکتا ہے۔ اسلام اس رویہ کو غلط اور ناجائز ٹھہراتا اور اسے سختی سے روکتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مطل الغنی ظلم فاذا اتبع احدکم علی ملیٍّ فلیتبع [1]	مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے (اس کی ایک مسلمان سے توقع نہیں کی جا سکتی اس لئے) جب تم میں سے کسی کو کسی مالدار کے پیچھے بھیجا جائے (قرض کے سلسلہ میں اس کا حوالہ دیا جائے) تو وہ اس کے پیچھے جائے (حوالہ قبول کرلے)

حدیث میں 'مطل' کا جو لفظ آیا ہے اس کے معنی کسی حق کی ادائیگی میں ٹال مٹول اور تاخیر کے ہیں۔ امام نووی قاضی عیاض وغیرہ کے حوالہ سے کہتے ہیں:

المطل منع قضاء ما استحق اداؤہ [2]	جس حق کا ادا کرنا ضروری ہو جائے اس کے ادا کرنے سے انکار کرنا

حافظ ابن حجر نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

تأخیر ما استحق اداؤہ بغیر عذر [3]	جس چیز کا ادا کرنا ضروری ہو جائے اس کے ادا کرنے میں بغیر کسی عذر کے تاخیر کرنا

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صاحب حیثیت ہے' اس کے لئے حقوق کی ادائیگی میں تاخیر نا روا ہے اس لئے کہ اس کی طرف سے تاخیر کی کوئی معقول وجہ نہیں

---

[1] بخاری، کتاب الاجارہ، باب الحوالہ الخ مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب تحریم مطل الغنی، [2] شرح مسلم ۱۰/۲۲۷
[3] فتح الباری ۴/۳۱۲

ہو سکتی ۔حق کا ادا نہ کرنا ہی ظلم نہیں ہے بلکہ بلا وجہ اس میں ٹال مٹول بھی ظلم ہے ۔ امام نووی فرماتے ہیں ۔

اس حدیث کی رو سے کسی غنی اور تونگر شخص کا حق دار کو حق ادا نہ کرنا ظلم اور حرام ہے[1]

حق کے ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنے والا فاسق ہے

جو شخص بغیر کسی عذر کے قرض یا کسی بھی حق کے ادا کرنے میں دانستہ تاخیر کرے علماء نے اسے فاسق کہا ہے ۔ امام نووی فرماتے ہیں ۔

امام مالک کے تلامذہ کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے اور دوسرے لوگوں کے درمیان بھی کہ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ بھی قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرے تو کیا اسے فاسق سمجھا جائے گا اور کسی معاملہ میں وہ شہادت دے تو قبول نہیں کی جائیگی یا اسے اس وقت فاسق سمجھا جائے گا جب کہ بار بار اس سے یہ حرکت سرزد ہو ۔شوافع کے مسلک کا تقاضہ یہ ہے کہ دوسری صورت ہی میں اسے فاسق قرار دیا جائے[2]

لیکن علامہ سبکی کہتے ہیں شوافع کے مسلک کا تقاضا بالکل دوسرا ہے ۔اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایسے شخص کو فاسق قرار دیا جائے اور اس کی شہادت قبول نہ کی جائے اس کی دلیل انھوں نے یہ دی ہے کہ مطالبہ کے باوجود کسی حق کا ادا نہ کرنا غصب ہے اور غصب گناہ کبیرہ ہے ،پھر یہ کہ اسے حدیث میں ظلم کہا گیا ہے ،یہ خود بھی اس کے گناہ کبیرہ ہونے کی دلیل ہے ،گناہ کبیرہ کے بارے میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ کسی سے بار بار سرزد ہو تب ہی اسے فاسق قرار دیا جائے ۔ہاں یہ ضروری ہے کہ اس کے فاسق ہونے کا فیصلہ اس وقت کیا جائے گا جب کہ یہ صاف اور صریح طور پر معلوم ہو کہ وہ بغیر کسی عذر کے ٹال مٹول کر رہا ہے[3]

---

[1] شرح مسلم ۲/۱۸ [2] حوالہ سابق [3] فتح الباری ۴/۳۱۳

ایک سوال یہ بھی ہے کہ حق کے محض واجب ہوجانے کے بعد اس کا ادا نہ کرنا فسق ہے یا اس کے لئے مطالبہ ضروری ہے؟ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں علماء کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن حدیث میں 'مطل' کا لفظ آیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ حق کا نہ ادا کرنا' فسق نہیں ہے بلکہ مطالبہ کے بعد بھی اس کا نہ ادا کرنا فسق ہے۔[1]

حق کے نہ ادا کرنے پر سزا دی جا سکتی ہے

کسی کا حقِ واجب قصداً ادا نہ کرنا اور اس میں ٹال مٹول کرنا صریح ظلم ہے۔ اس کے خلاف قانونی کارروائی بھی کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں

واستدل به علی	اس سے ٹال مٹول کرنے والے کو پکڑے
ملازمة المماطل	رہنے، قرض کی ادائیگی کو اس کے لئے
والزامه بدفع الدین	ضروری قرار دینے، ہر ممکن تدبیر سے
والتوصل الیه	اس مقصد تک پہونچنے اور زبردستی
بکل طریق واخذه	اس سے قرض واپس لینے پر استدلال
منه قهرا [2]	کیا گیا ہے۔

ایک حدیث میں یہی بات صراحت کے ساتھ کہی گئی ہے۔ چنانچہ عمرو بن شریدؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَیُّ الواجد	جس کے پاس پیسہ موجود ہے وہ حق
یُحِلُّ عرضه	کی ادائیگی سے منھ موڑتا ہے تو اس
وعقوبتَهُ [3]	بات کو جائز قرار دیتا ہے کہ اس کی عزت کا خیال نہ کیا جائے اور اسے سزا دی جائے

---

[1] فتح الباری ۴/۳۱۲ [2] حوالہ سابق

[3] ابوداؤد، کتاب القضاء، باب فی الدین هل یحبس له، نسائی، کتاب البیوع باب مطل الغنی

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص استطاعت کے باوجود حقدار کا حق ادا نہ کرے اور اسے مار کھانے کی کوشش کرے تو اس کے ظلم وزیادتی کو دنیا کے سامنے کھولنا جائز ہوگا۔ اس سے اگر سوسائٹی میں اس کا وقار مجروح ہو رہا ہے اور اس کی جھوٹی عزت پر حرف آرہا ہے تو اس میں کسی دوسرے کا قصور نہیں ہے۔ خود اس نے اپنی عزت کو نقصان پہونچایا ہے۔ یہی نہیں ریاست کو اس کے خلاف تعزیری کارروائی کا بھی حق ہے وہ اسے مناسب سزا دے سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مبارک اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

يحل عرضه	وہ اپنی عزت کو حلال کرتا ہے۔ مطلب
يغلظ له وعقوبته	یہ کہ اسے ڈانٹ ڈپٹ کی جائے گی اور
يحبس له [1]	اس کی سزا سے مراد یہ ہے کہ اسے قید کیا جائے گا۔

علامہ شوکانی کہتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو شخص قرض ادا کر سکتا ہو اسے تادیب کے طور پر اور اس پر سختی کرنے کے لئے قید کیا جا سکتا ہے یہاں تک کہ وہ قرض ادا کر دے [2]

نادار کا حکم

ان احادیث کی بنا پر کہا گیا ہے کہ کسی نادار شخص کی طرف سے حق کے ادا کرنے میں تاخیر ہو تو اسے ظلم نہیں کہا جا سکتا۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت جس میں مالدار کے ٹال مٹول کو ظلم کہا گیا ہے اس کے ذیل میں امام نووی لکھتے ہیں:

اس سے از خود یہ بات نکلتی ہے کہ اگر کوئی غریب اور نادار کسی کا حق نہیں ادا کر پا رہا ہے

---

[1] ابو داؤد حوالۂ سابق [2] نیل الاوطار ۵/۳۶۱

تو اسے ظلم یا حرام نہیں کہا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ معذور ہے۔ اسی طرح ایک صاحبِ حیثیت اس لئے تاخیر کررہا ہے کہ بروقت اس کے پاس رقم نہیں ہے یا اور کوئی (معقول) وجہ ہے تو اس کی تاخیر بھی جائز ہوگی۔[1]

یہ بات حدیث سے مفہوم مخالف کے طور پر اخذ کی گئی ہے۔ بعض لوگ اس کے قائل نہیں ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں" انھوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جو شخص قرض ادا نہ کر سکے اسے ٹال مٹول کرنے والا کہا ہی نہیں جائے گا۔ اگر کوئی مالدار شخص بروقت مال نہ ہونے کی وجہ سے کوئی حق ادا نہیں کر پا رہا ہے تو وہ بھی ظلم کا ارتکاب نہیں کررہا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ایسے شخص کو زکوٰۃ میں فقراء کا جو حصہ ہے اس میں سے دیا جا سکتا ہے۔ اگر وہ غنی کے حکم میں ہو تو اسے زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔[2]

اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کا 'مفہوم مخالف' نکالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حدیث میں جو وعید آئی ہے وہ غنی کے لئے ہے۔ جو غنی نہیں ہے اس کے لئے یہ وعید نہیں ہے۔ غالباً اسی وجہ سے امام نووی فرماتے ہیں۔ غنی وہ شخص ہے جو حقِ واجب بروقت ادا کر سکتا ہو۔ جو اس حیثیت میں نہیں ہے اسے غنی نہیں کہا جائے گا۔[3]

ان احادیث سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ جو شخص نادار اور مفلس ہے اسے قرض کے نہ ادا کرنے پر گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ امام نووی فرماتے ہیں۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس حدیث سے امام مالک، امام شافعی اور جمہور کے اس مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ جو شخص مفلس اور نادار ہے اسے قرض کے سلسلہ میں پکڑنا، قید کرنا اور اس سے مطالبہ کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ ادا کرنے کی حیثیت میں نہ ہو جائے۔[4]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ کسی نادار سے مواخذہ کرنے

---

[1] شرح مسلم ۱۸/۲ [2] فتح الباری ۳۱۳/۴ [3] شرح مسلم ۱۸/۲ [4] شرح مسلم ۱۸/۲

کا مطلب یہ ہے کہ وہ ظالم ہے حالانکہ بظاہر حدیث بتاتی ہے کہ وہ ظالم نہیں ہے اس لئے کہ وہ مجبور ہے۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک قرض دار کو قید کیا جا سکتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ قرض خواہ اسے پکڑے بھی رہ سکتا ہے۔[1]

فقہاء احناف نے مالی حقوق کی دو قسمیں قرار دی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض حقوق تو وہ ہیں کہ اگر حاکم کے پاس ثابت ہو جائیں اور مدعی اس بات کا مطالبہ کرے کہ مدعیٰ علیہ کو قید کر دیا جائے تو حاکم پہلے مدعیٰ علیہ سے کہے گا کہ وہ حق ادا کر دے اگر وہ ادا نہ کرے تو اسے قید کر دے گا۔ جیسے کوئی شخص کسی سے کوئی چیز خریدے اور قیمت نہ ادا کرے یا عورت کا مہر (معجل) نہ دے یا کسی کی مالی ضمانت لے اور اسے پورا نہ کرے لیکن بعض حقوق وہ ہیں کہ اگر مدعیٰ علیہ یہ کہے کہ وہ نادار ہے اور حق ادا نہیں کر سکتا تو اسے اسی وقت قید کیا جائے گا جب کہ مدعی یہ ثابت کر دے کہ وہ حق ادا کرنے کی پوزیشن میں ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ جو صورتیں پہلے بیان ہوئی ہیں ان میں آدمی کا صاحب حیثیت ہونا از خود ظاہر ہے۔ اس لئے کہ خریدی ہوئی چیز اس کے پاس موجود ہے اسی سے اس کا غنی ہونا ثابت ہے۔ مہر اور کفالت کا معاملہ یہ ہے کہ اس نے خود سے اسے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے ادا بھی کر سکتا ہے۔ اسی میں قرض اور اجرت بھی داخل ہے۔[2]

کسی بھی حق کے ادا کرنے میں ٹال مٹول صحیح نہیں ہے

جس طرح قرض کے ادا کرنے میں ٹال مٹول ظلم ہے اسی طرح وہ سارے حقوق جو ایک آدمی کے دوسرے آدمی پر واجب ہوں ان کے پورا کرنے میں لیت و لعل اور تاخیر

---

[1] فتح الباری ۴/۳۱۳ [2] تفصیل کے لئے دیکھئے ہدایہ ۳/۱۳۶-۱۳۷ ردالمحتار مع درالمختار ۴/۳۲۸-۳۲۹

کرنا بھی ظلم ہی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

ویدخل فی المطل کل	'مطل' (جس سے منع کیا گیا ہے اس
من لزمہ حق	کے حکم) میں ہر وہ شخص داخل ہے
کالزوج لزوجتہ	جس پر کوئی حق لازم آئے۔ جیسے شوہر
والسید لعبدہ	پر بیوی کا، آقا پر غلام کا اور حاکم پر
والحاکم لرعیتہ	رعیت کا حق ہے۔ اس کے برعکس
وبالعکس [1]	بھی حق واجب ہوگا۔

قرض دار حوالہ قبول کرے

جو شخص مالدار ہے اور قرض ادا کر سکتا ہے۔ حدیث میں جہاں اسے قرض کی ادائیگی میں تاخیر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہیں قرض خواہ کو ہدایت کی گئی ہے کہ قرض کے سلسلہ میں کسی صاحب حیثیت کا حوالہ دیا جائے تو اسے قبول کرے۔

واذا اتبع احدکم علی ملی فلیتبع

اگر قرض دار حوالہ دے کہ فلاں شخص سے قرض وصول کر لیا جائے تو امام نووی فرماتے ہیں جمہور کے نزدیک اس کا قبول کرنا مستحب اور پسندیدہ ہے۔ بعض لوگوں نے اسے صرف مباح قرار دیا ہے۔ داؤد ظاہری وغیرہ نے اسے واجب کہا ہے۔[2]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں جمہور نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔ ایک شاذ رائے یہ ہے کہ وہ مباح ہے۔ حنابلہ میں سے اکثر نے ابوثور، ابن جریر اور اہل ظاہر نے اسے واجب کہا ہے۔[3]

فقہ حنفی کی رو سے حوالہ اسی وقت صحیح ہوگا جب کہ قرض دار، قرض خواہ اور جس کا حوالہ

---

[1] فتح الباری ۴/۳۱۴ [2] شرح مسلم ۲/۱۸ [3] فتح الباری ۴/۳۱۲

دیا جار ہا ہے تینوں کی رضامندی اس میں شامل ہو[1]۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک قرض خواہ کی رضامندی تو ضروری ہے لیکن جس کا حوالہ دیا جار ہا ہے امام مالک فرماتے ہیں اس کی رضامندی ضروری نہیں ہے، الّا یہ کہ قرض خواہ کی اس سے کوئی عداوت اور دشمنی ہو۔ ایک روایت یہ ہے کہ امام شافعی کی بھی یہی رائے ہے۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جس کا حوالہ دیا جا رہا ہے اس کی رضامندی ضروری ہے۔ فقہ حنبلی میں ہے کہ جس کا حوالہ دیا گیا ہے وہ اگر مالی لحاظ سے اس حیثیت میں ہے کہ رقم ادا کر سکتا ہے اور انکار اور ٹال مٹول کرنے والا نہیں ہے تو قرض خواہ کو لازماً حوالہ قبول کرنا ہوگا اس صورت میں قرض خواہ کی اور جس کا حوالہ دیا جا رہا ہے رضامندی ضروری نہیں ہے[2]

اگر قرض خواہ نے حوالہ قبول کر لیا اور یہ شرط نہیں رکھی کہ جس کا حوالہ دیا گیا ہے اسے صاحب حیثیت ہونا چاہیئے تو اب وہ امام لیث، امام شافعی، ابوعبید اور ابن المنذر وغیرہ کی رائے میں حوالہ دینے والے کی طرف قرض کے سلسلہ میں رجوع نہیں کر سکتا چاہے جس کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ٹال مٹول کرے یا اس کے افلاس، موت یا اور کسی وجہ سے وہ اس سے قرض وصول نہ کر سکے۔

امام احمد سے جو روایات پہونچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا حوالہ دیا گیا وہ مفلس تھا اور قرض خواہ اس سے واقف نہیں تھا تو اسے حوالہ دینے والے کی طرف رجوع کا حق ہوگا۔ وہ چاہے تو اس کے افلاس کے باوجود اس حوالہ کو قبول بھی کر سکتا ہے، یہی رائے حنابلہ میں سے ایک جماعت کی ہے۔ امام مالک سے بھی اسی طرح کا ایک قول منقول ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جس شخص کا حوالہ دیا گیا ہے اس کا مفلس ہونا ایک عیب ہے۔ اس وجہ سے قرض دار کو اس کا حق ہے کہ اس حوالہ کو رد کر دے۔ قاضی شریح اور امام نخعی فرماتے ہیں کہ جس شخص کا حوالہ دیا گیا ہے وہ اگر مفلس ہو جائے یا انتقال کر جائے تو جس نے

---

[1] ہدایہ ۳/۱۲۹ [2] المغنی ۴/۵۸۳

حوالہ دیا ہے اس کی طرف رجوع کا حق ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں قرض خواہ دو حالتوں میں حوالہ دینے والے کی طرف رجوع کرسکتا ہے، ایک یہ کہ جس کا حوالہ دیا گیا ہے اس کا افلاس کی حالت میں انتقال ہو جائے۔ دوسری صورت یہ کہ وہ حاکم کے سامنے قسم کھا کر اس حوالہ ہی سے انکار کردے اور حوالہ دینے اور قبول کرنے والے کے پاس کوئی شہادت نہ ہو۔ امام ابویوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں کے علاوہ وہ اس وقت بھی رجوع کرسکتا ہے جب کہ حاکم اس شخص کے افلاس کا فیصلہ کردے جس کا حوالہ دیا گیا ہے[۱]

حوالہ کے موضوع پر ہمارے فقہاء نے تفصیل سے بحث کی ہے یہاں بعض موٹی موٹی اور ضروری باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ حدیث کا اصل منشا یہ ہے کہ قرض دار کی طرف سے قرض خواہ کو اپنا قرض وصول کرنے کی کوئی معقول صورت تجویز کی جائے تو اسے قبول کرلینا چاہیے ـــــــ کسی صاحب حیثیت آدمی کا حوالہ بھی اسی طرح کی ایک صورت ہے۔ خواہ مخواہ کسی ایسی صورت پر اصرار اسے نہیں کرنا چاہیے جس سے قرض دار زحمت اور دشواری محسوس کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرض دار کے اندر اگر قرض کے ادا کرنے کا اور قرض خواہ کے اندر اسے پریشان نہ کرنے کا جذبہ موجود ہو تو قرض کی وجہ سے بعض اوقات معاملات میں جو الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں وہ از خود ختم ہوتی چلی جائیں گی اور قرض تعلقات کی خرابی کا سبب نہیں بنے گا۔

---

[۱] المغنی ۴/۵۸۱ ۔ ہدایہ ۳/۱۲۹۔ ۱۳۰

مسلمان خواتین کی دعوتی ذمہ داریاں سید جلال الدین عمری
عورت اور مرد تہذیب کے معمار ہیں۔ دین کی راہ میں میاں بیوی کا تعاون مطلوب ہے۔ عورت کی دعوتی جد وجہد کا میدان۔ داعی خواتین کے لئے مطلوبہ صفات۔ یہ ہیں اس رسالے کے بعض مباحث۔
قیمت : 1/50 پتہ: مرکزی مکتبہ اسلامی ۔ دہلی ۶